مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب، مدرس دارالعلوم حقانیہ

۵

حقانیہ سے ازہر تک

مجمع البحوث الاسلامیہ | یہ مصر کا اہم مذہبی تحقیقی اور علمی ادارہ ہے۔ جدید دور میں تحقیق کے لئے تمام مسلمانوں کی نظریں اس پر ہیں۔ عالم اسلام کی بہت سی توقعات اس ادارہ سے وابستہ ہیں۔ ازہر کا ایک اہم شعبہ ہے۔ ملک کے چیدہ چیدہ علماء پر مشتمل ایک کونسل ہے۔ جو روزمرہ مسائل پر تحقیق کے علاوہ جدید اور قدیم اصطلاحات کو جمع کرتے ہیں۔ اس ادارہ کے بنیادی مقاصد میں سے مصر کے اندر تبلیغ اسلام کے علاوہ تمام دنیا سے علمی، ثقافتی اور مذہبی روابط کو قائم رکھنا ہے۔ مصر میں ہزاروں کی تعداد میں خطباء۔ ائمہ اس ادارہ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں اور اس کی نگرانی میں بیرون ملک چار ہزار مبعوثین دینی خدمات کی سرانجامی میں مصروف ہیں۔ آج تک دیگر موضوعات کے علاوہ علوم قرآن وسنت، عقیدہ، اقتصادیات، علاقات الدولیہ، جہاد، مسئلہ فلسطین۔ دعوت اسلامی اور حضارت اسلامی جیسی قومی اور ملّی مسائل پر کام کر رہے ہیں۔

دکتور عبدالودود شلبی | تیسری اہم شخصیت جس نے شرکا کورس کے دل موہ لئے وہ دکتور عبدالودود شلبی تھے۔ آپ اتوار کے دن صبح تشریف لائے۔ سیاح مورخ اور بہترین خطیب ہونے کے علاوہ ملک کے نامور مصنفین کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا موضوع "التبشیر واہدافہ" تھا۔ جس موضوع کا انتخاب آپ نے اپنے لئے کیا تھا۔ وہ آپ کے مزاج کے عین مطابق تھا۔ آپ جامعہ ازہر کی طرف سے مبعوث ہونے کی حیثیت سے پاک وہند کے علاوہ یورپ اور افریقہ کے ممالک میں رہ چکے ہیں۔ مختلف رنگ ونسل اقوام کے مزاج سے آپ خوب واقف تھے۔ عیسائی مشنری کے مذموم عزائم سے کافی معلومات رکھتے تھے جس کی بنا پر متعلقہ موضوع پر دل کھول کر بحث کرتے۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں ازہر کے "کلیۃ اصول الدین" سے بی اے کرنے کے بعد "کلیۃ اللغۃ العربیہ" سے تخصص کیا ابتدائی ایام میں وزارت تعلیم واوقاف سے منسلک رہے۔ صحافت میں دلچسپی اور لگن کی وجہ سے مختلف ادوار میں آپ ماہنامہ "نورالاسلام" اور ماہنامہ "الازہر" کے مدیر اور نگران رہے۔ درجن سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ اکثر کتب معیاری انداز کی لکھی ہوتی ہیں۔ ادبیت اور لسانیت کے باریک پردہ میں تحقیقی مواد پر مشتمل ہیں۔

" لماذا يخافون الاسلام " . " كيف أرى الله " . " حتى لانخدع " . " التزوير المقدس " جیسی تصنیفات خصوصی اہمیت کے حامل ہیں ۔

پاکستان سے والہانہ عقیدت | آپ مبعوث کی حیثیت سے لاہور میں کچھ مدت کے لیے رہ چکے ہیں ۔ اس لیے پاکستان کے متعلق کافی معلومات رکھتے ہیں ۔ اہم شخصیات اور سیاسی تنظیموں کی خدمات اور رویوں سے خوب واقف تھے ۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مجھے پاکستان سے بہت محبت ہے ۔ خاص کر علامہ اقبال مرحوم سے بہت متاثر ہوں ۔ عقیدت کی وجہ سے میں نے اپنے ایک بیٹے کا نام " محمد اقبال عبدالودود " رکھا ہے ۔ جب کہ دیارِ مصر میں ایسا نام بہت کم رکھا جاتا ہے ۔ موجودہ وقت میں آپ جامعہ ازہر کے اس اہم شعبہ " دعوت الاسلامیہ " کے امین الدوام ہیں ۔ اس کورس کی تمام تر ذمہ داری کا تعلق آپ سے تھا ۔ آپ بڑی لگن اور جانفشانی سے سرانجام دے رہے تھے ۔

عطیہ محمد عطیہ سقر | چوتھی شخصیت جس سے وافدین بہت متاثر ہوئے وہ شیخ عطیہ سقر تھے ۔ آپ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۴ء کو " بہابای " نامی گاؤں میں پیدا ہوئے نو سال کی قلیل مدت میں تکمیل حفظ کے بعد آپ نے سکول میں قدم رکھا ۔ ۱۹۴۲ء میں ایم اے کرنے کے بعد آپ کی زندگی کا ایک اہم دور شروع ہوتا ہے ۔ آپ کا تعلق چونکہ کلیۃ " اصول الدین " سے رہا اس لیے فراغت کے بعد امامت و خطابت کی خدمت سے آپ منسلک ہوئے لیکن نامور مصنف اور بے بدل خطیب ہونے کی وجہ سے آپ میدانِ تقریر و تحریر پر خوب چھا گئے ۔ آج بھی اس میدان میں جوہر کمالات دکھا رہے ہیں ۔ آج کل آپ ایک بلند پایہ خطیب اور مایۂ ناز مصنف کی حیثیت سے ملک میں متعارف ہیں ۔

آپ کے علمی تحقیقی اور مقالات روزمرہ اخبارات اور رسائل کے لیے زینت ہوتے ہیں ۔ دارالافتاء سے تعلق کی بنا پر ریڈیو ۔ ٹی وی اور اخبارات میں دینی مسائل کے جواب دینے کے لیے ہر وقت حاضر رہتے ہیں فتویٰ دینے میں جدت پسندی اور وسعت کے قائل ہیں ۔ سہل سے اسہل قول پر فتویٰ دیتے رہتے ہیں خواہ کسی مذہب سے ۔

آپ کا موضوع " خطابت نظریہ " رہا ۔ جمعرات کے دن ظہر کے بعد تشریف لاتے ۔ پہلی ملاقات میں کہا کہ میں اس موضوع پر جو کہوں گا وہ آپ کو کتابوں کے اوراق میں نہیں ملے گا ۔ بلکہ میں ساٹھ سال کی عظیم مدت سے خطیب رہا ہوں ۔ جو کچھ کہوں گا اس کا تعلق میرے تجربہ سے ہو گا ۔ یقیناً آپ اس موضوع پر ایسے انداز میں بولے جیسا کہ آپ خود ہی اس فن کا موجد ہو ۔

عبدالحفیظ فرغلی | آپ کا موضوع بحث " التصوف " رہا ۔ محافظہ رسیوط کے " النخیلہ " نامی گاؤں میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے ۔ جامعہ ازہر سے بی اے کرنے کے دراسات علیا کی تکمیل آپ نے " جامعہ عین شمس " سے ۱۹۵۱ء میں کی ۔ تصوف اور لغت عربی میں متعدد تصانیف کے مالک ہیں ۔

دکتور عبدالجلیل عبدہ شلبی | جامعہ ازہر کے فیض یافتہ ہیں ۔ فلسفہ میں تخصص کرنے کی وجہ سے آپ کا تعا

زیادہ تر اس موضوع سے رہا۔ مجمع البحوث الاسلامیہ کے امین العام ہونے کے علاوہ ملک کے اہم مناصب پر رہ چکے ہیں۔ متعدد علمی اور ادبی کتابوں کے مصنف ہیں۔

ڈکتور احمد عمارہ | ۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ ازہر میں تعلیم حاصل کی۔ البتہ دراسات علیا کی تکمیل "جامعۃ القاہرہ" سے کی۔ جمعرات کے دن صبح تشریف لاتے۔ مزاج میں سادگی عیاں تھی۔

ڈکتور رؤوف شلبی | محافظہ شرقیہ میں ۲۲ ستمبر ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے اول سے لے کر آخر تک رشتہ تلمذ ازہر سے رہا ہے۔ جامعہ ازہر میں کچھ مدت مدرس رہنے کے بعد شیخ الازہر کے "معتمد خاص" رہے، "کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ" کی سرپرستی بھی کچھ مدت کے لئے کی۔ "یا أهل الکتاب" "السنۃ الاسلامیہ" کے علاوہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

جمال الدین محمود | ۹ مئی ۱۹۲۰ء کو محافظ اسیوط میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی زندگی کا زیادہ تر تعلق "جامعۃ القاہرہ" سے رہا تعلیمی اور انتظامی امور میں مہارت کی وجہ سے اہم مناصب پر رہ چکے ہیں۔ "الاسلام وقضیۃ الاسلام والحرب" "قضایا اسلامیہ" "اصول المجتمع الاسلامی" جیسی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔

ڈکتور عزت علی محمد سرجی | تمام اساتذہ میں آپ جوان نظر آتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں ان کا یہ موضوع "علوم الحدیث" ازہر کے ایک استاد کے ذمے تھا لیکن اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ موضوع آپ کے حوالہ کیا گیا۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم جامعۃ القاہرہ سے کی۔ جب کہ دراسات علیا کی تکمیل جامعہ ازہر سے کی۔ "مناہج الدعوۃ والدعاۃ" "تاریخ الدعوۃ" نامی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مصری علماء کی حالت زار پر آنسو بہاتے۔ ایک دفعہ رمضان المبارک میں شیخ الازہر کی طرف سے افطار پارٹی کے موقع پر ہم نے ان سے عرض کیا۔ کہ مصر میں رمضان المبارک میں دن بھر ہوٹل کیوں کھلے رہتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ آپ لوگ ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کے علماء آزاد ہیں۔ وہاں پر علماء حق کی وجہ سے معاشرہ پر کنٹرول ہے۔ لیکن یہاں ہمارے ہاں مصر میں علماء آزادی کی عظیم نعمت سے محروم ہیں مصر میں معاشرہ کی خرابی کی اصل وجہ علماء کی زبان بندی ہے۔

ہمارا یہ دورہ ایک مطالعاتی اور تعارفی دورہ تھا۔ بلکہ استفادہ کے لئے ایک سنہری موقعہ تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمایا۔ اس لئے حسب فرصت موقعہ ملتے ہی علمی، تاریخی اور نامور مقامات پر جانے کے لئے پروگرام بناتے۔ اس کی ابتداء احقر نے بوجہ قریب ہونے کے "جامع الحسین" سے کی۔

جامع حسین | جامع ازہر کے بالمقابل سڑک کے دوسری جانب ایک عظیم الشان مسجد "جامع حسین" یا "مشہد حسین" کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں کی تاریخی تحقیق کے مطابق ۵۴۸ھ ربیع الثانی کے آخر میں حضرت حسین کا سر مبارک شام سے یہاں مصر لایا گیا۔ ابتداء میں کسی دوسری جگہ رکھا گیا اور بعد ازاں یہاں دفن کیا گیا جس دروازے

سے یہ سر داخل کیا گیا اس دروازے کو "باب الاخضر" کہتے ہیں۔

مسجد کے امام و خطیب "النجدی الصالح الخولی" سے ملاقات ہوئی۔ اسلامی اخوت اور دینی جذبے کی بنا پر میرے پاکستانی ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت سے پیش آئے۔ چند سوالات کا بڑے سکون اور آرام سے جواب دیا دوران گفتگو یہ بات معلوم ہوئی کہ سال میں تین مواقع پر اس مسجد میں خصوصی محافل "میلاد" کے نام سے منعقد ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک ۵ شعبان کو حضرت حسین کی پیدائش کی مناسبت سے۔ دوسرا پروگرام ۱۰ محرم شہادت حسین کے موقعہ پر اور تیسرا پروگرام ربیع الثانی کے آخر میں حضرت حسین کے سرلانے کی نسبت سے منعقد کرتے ہیں۔

تاہم تاریخ کی کتب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصریوں کا یہ نظریہ صرف سنی سنائی باتوں تک محدود ہے کسی مستند قول سے اس کا اثبات ممکن نہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے مستقل ایک رسالہ "مسئلہ راس الحسین" کے نام سے لکھ کر اس کا خوب رد کیا ہے۔

تاہم عوامی اعتقاد کی بنا پر جامع کو قاہرہ میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ عالم اسلام کے مشہور قاری جناب عبدالباسط صاحب ہر جمعہ کو اس مسجد میں آکر تلاوت کرتے ہیں۔

سربراہ مملکت بھی عیدین کی نماز یہاں ادا کرتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس مسجد میں ایک مخصوص کمرہ ہے جسے "حجرۃ آثار النبی" کہتے ہیں۔ اس میں چند متبرک منسوب اشیاء پڑی ہیں جن میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے داڑھی مبارک کے تین بال۔ عصا مبارک کا ایک ٹکڑہ۔ قمیص مبارک کا ایک حصہ۔ حضرت علیؓ کے خط کا ایک حصہ اور مصحف عثمانی کا ایک نسخہ موجود ہے۔ بدقسمتی سے ان دنوں مرمت کا کام ہو رہا تھا جس کے باعث ان اشیاء کے دیکھنے کی سعادت سے محروم رہا۔

مسجد کے گرد اگرد ایک وسیع میدان ہے جہاں گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں۔ قبلہ کی جانب اسی میدان میں ایک پولیس چوکی بھی ہے مسجد کی بیشتر آبادی پرانی ہے۔ پچاسی قد آور ستونوں پر یہ مسجد قائم ہے چھوٹے دروازوں کے علاوہ چاروں طرف نکلنے کے لئے بڑے بڑے چار دروازے ہیں۔

مسجد کے اندر "مکتبۃ الجامع الحسینی" کے نام سے ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں صبح ۹ بجے سے لے کر رات آٹھ بجے تک لوگ مطالعہ کے لئے آتے رہتے ہیں۔ ناظم کتب خانہ کے بیان کے مطابق پانچ ہزار کے لگ بھگ کتابیں اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ کتب خانے کے ذرائع آمدنی اوقاف کے علاوہ مخیر حضرات کے تبرعات اور صدقات ہیں۔

۱۷ اپریل بروز جمعہ ایک مصری دوست شیخ احمد کی رہنمائی میں جامع شافعی جانا ہوا۔ اس کے علاوہ ایک بار پھر دوران قیام استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب جناب شفیق فاروقی اور جناب عبدالصمد صاحب کی معیت میں جانا ہوا۔ امام شافعی کا مزار جس علاقے میں واقع ہے اسے "حارۃ الشافعی" کہتے ہیں جب کہ سڑک

بھی شارع امام الشافعی ،، کے نام سے موسوم ہے مصری دستور کے مطابق یہاں بھی مزار کے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد ہے۔

امام شافعی حدیث وفقہ کا کوئی شاید ہی کوئی ایسا طالب علم ہو جو امام شافعی کے نام سے واقف نہ ہو فقہی مباحث میں علمی موشگافیوں کو دیکھ کر امام شافعی کی فقاہت اور دوراندیشی کا احساس ہوتا ہے۔

نسب کے اعتبار سے آپ عبدمناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں۔ آپ ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء کو غزہ (فلسطین) اور بقول بعض عسقلان میں پیدا ہوئے۔ حد درجہ کی ذہانت کے علاوہ بے مثال حافظہ کے مالک تھے کہ سات سال کی قلیل مدت میں حفظ قرآن سے فارغ ہوئے ابھی دس سال کے تھے کہ موطا امام مالک یاد کر لی۔ پندرہ سال کی عمر میں اپنے شیخ مسلم بن خالد زنجی کی اجازت سے فتویٰ دینے لگے۔ زندگی میں انقلابی اور اہم ادوار سے آپ کو گذرنا پڑا۔ نشیب وفراز کے متعدد مدارج طے کئے۔ مکی زندگی تھی قابلیت کی وجہ سے عوام وخواص کے منظور نظر تھے کہ اچانک حرم مکی میں آپ کی ملاقات حاکم یمن سے ہوئی۔ تبحر علمی اور خداداد قابلیت کو دیکھ کر حاکم یمن نے آپ کو ایک اہم سرکاری عہدہ کی پیش کش کی۔ وقتی مصلحت کو دیکھ کر آپ نے یہ پیش کش قبول کر لی۔ اور حاکم کے ساتھ یمن چلے گئے۔ لیکن مقامی رقابتوں کی وجہ سے زیادہ دیر تک آپ اس عہدہ پر نہ رہ سکے۔ حاکم وقت کی مخالفت میں "زیدی" یحییٰ بن عبداللہ کی خلافت کے حامی تھے۔ آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ مخالف گروہ سے آپ کے مراسم وروابط ہیں اور سیاسی میدان میں امام شافعی مخالفین کے ہمنوا ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں ہارون الرشید نے ۱۸۹ھ / ۸۰۵ء میں آپ کو اپنے دربار عراق میں طلب کیا۔ امام شافعی کے پہنچنے کے وقت ہارون الرشید کے دربار میں امام محمد رحمۃ اللہ ایک اہم مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ امام محمد کی سفارش اور اطمینان دلانے پر اور خود امام شافعی کے معقول بیان سے یہ الزامات درست ثابت نہ ہوئے تو آپ کو معزز طریقے سے رہا کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ آپ عراق ٹھہرے اور دو سال کی قلیل مدت گذارنے کے بعد آپ دوبارہ مکہ مکرمہ آ گئے۔ اور نو سال یہاں گذارنے کے بعد ۱۹۵ھ میں آپ بغداد تشریف لے گئے۔ قیام بغداد کے دوران والی مصر عباس بن موسیٰ کے بیٹے عبداللہ سے وابستگی پیدا ہوئی۔ جس کی بنا پر ۲۸ شوال ۱۹۸ھ / ۲۱ جون ۸۱۴ء کو آپ نے سرزمین مصر میں قدم رکھا۔ قسمت نے یہاں بھی ساتھ نہ دیا۔ حالات وواقعات سے مجبور ہو کر ایک بار پھر عارضی قیام کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور آخر کار ۲۰۰ھ میں آپ نے دوبارہ مصر آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اس دوران یہاں آکر آپ کو اپنے اقوال اور مذہب پر نظر ثانی کا سنہری موقعہ ملا۔ بہت سے مسائل میں آپ نے سابقہ اقوال سے رجوع کیا۔ جو "قول جدید" کی اصطلاح سے فقہا کے ہاں معروف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

امام شافعی نے آخری عمر کے ان چار سالوں میں ڈیڑھ ہزار ورق یعنی تین ہزار صفحات پر مشتمل مسائل املا کرائے ۲۹ رجب ۲۰۴ھ کو رجب کی آخری تاریخ بمطابق ۲۰ جنوری ۸۲۰ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور رحلت فرما گئے۔

امام شافعی کا مقبرہ امام شافعی کا یہ مقبرہ مصر کے حسین ترین مقابر میں شمار ہوتا ہے۔ "المقریزی" کے بیان کے مطابق سلطان الکامل کے ہاتھوں سے اس عمارت کی تکمیل ۷ جمادی الاولیٰ ۶۰۸ھ کو ہوئی۔ اس کا اندرونی رقبہ پندرہ میٹر سے زیادہ اور بیرونی رقبہ بیس مربع میٹر کے قریب ہے۔ دیواریں کوئی ۲۰٫۷۵ میٹر لمبی ہیں۔ اس وقت کے مطابق یہ عمارت مضبوط ترین دیواروں پر بنائی گئی۔ دیواروں کی یہ مضبوطی اگرچہ سنگی یا خشتی گنبد کیلئے کافی تھی۔ پھر بھی اس پر چوبی گنبد بنائی گئی۔

باہر سے یہ عمارت دو منزلہ ہے پہلی منزل ۱۰٫۶۲ میٹر بلند ہے۔ جب کہ دوسری منزل ۱۶٫۰۱ میٹر لمبی ہے مقبرہ میں جنوب مشرق کے دروازے سے داخل ہونا پڑتا ہے۔ جب کہ ایک دروازہ شمال مشرق کی جانب سے مسجد کی طرف بنایا گیا ہے۔ لیکن مرکزی دروازہ جنوب مشرق والا ہے جس کے ارد گرد چند کمرے ہیں۔ جن میں یہاں کے مجاور رہتے ہیں اور ایک کمرہ خطیب کے لئے مخصوص ہے۔ مقبرہ کے اندر داخل ہوتے ہی آرائش اور خوبصورتی کی سحر کاری سے انسان ششدر رہ جاتا ہے۔ دیواروں، گیلریوں اور گنبد پر جو رنگین نقاشی کی گئی ہے وہ نہایت اعلیٰ درجے کی ہے۔

چاروں دیواروں پر کوئی پانچ میٹر کی بلندی پر آٹھ شہتیر قائم کئے گئے ہیں جس سے فانوسوں کو سہارا دیا جاتا ہے۔ موجودہ وقت میں تزئین و آرائش کا کام بدستور جاری تھا۔ خود قبر خلاف شرع طریقہ سے بنا کر ایک آہنی جنگلے میں مقصور ہے۔ آس پاس اور بھی قبریں ہیں۔

مقبرہ کے اندر مقیم مجاوروں کی حالت افعال و کردار کے اعتبار سے وہی ہے جو ہمارے ہاں بعض مزارات پر دیکھی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں کے مجاور پھر بھی شرافت میں رہ کر جو بھی کچھ دے دے غنیمت سمجھتے ہیں لیکن وہاں پر زائرین کپڑوں سے چمٹ کر "لا یسئلون الناس الحافا" کی ایجابی صورت پیش کرتے ہیں۔ خاص کر غیر ملکی زائرین کو چھوڑتے ہی نہیں آتے۔ بدقسمتی سے قرآن و سنت کے اس عظیم داعی، شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے والے عظیم مجاہد کا یہ مرقد آج قبر پرستی، نیاز و سجدہ کا ایک مرکز بنا ہوا ہے۔ مجھے اس وقت سخت افسوس ہوا کہ مصری دیہاتی لباس میں ملبوس ایک عورت قصداً و عمداً قبلہ کو چھوڑ کر قبر کی جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہی تھی۔

مزار وکیع پر حاضری امام شافعی کے مزار سے نکل کر اسی محلے میں شارع شافعی پر چند قدم کے فاصلہ پر امام وکیع کا مزار واقع ہے۔ امام وکیع کی قبر پر وہ انتظامات نہیں جو دوسری قبور پر ہیں۔ ایک مختصر کی سی جگہ ہر طرف سے گھرے چھوٹے سے کمرے میں یہ مزار واقع ہے۔ یہ کمرہ ہفتہ بھر مقفل رہتا ہے صرف جمعہ کے دن کھلتا ہے استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی معیت میں ہم جب یہاں حاضر ہوئے تو کمرہ بند تھا۔ البتہ جمعہ کے دن

مجھے اندر جانا ہوا۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"مقام الامام وکیع مقری الامام الشافعی

جددہ توفیق صبح الطحاوی — ۹۵ ۱۳ھ"

دروازہ سے داخل ہو کر صرف ایک ہی قبر ہے جو خلاف شرع طریقہ پر بنائی گئی ہے۔ قبر زمین سے دو تین گز کی بلندی پر ہے۔ چاروں اطراف سے سبز چادریں ڈالی گئی ہیں۔ قبر کی دائیں جانب کونے پر ایک کتبہ لگا ہوا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

"ہذا مقام العارف باللہ تعالی الامام وکیع بن الجراح بن مریح الرؤساء ابو سفیان الکوفی الحافظ المتوفی ۱۹۰ھ الموافق ۸۰۵ء مقرئی الامام الشافعی رضی اللہ تعالی عنہما"

اس کے نیچے وہی اشعار لکھے گئے ہیں جن میں استاد شاگرد کو قوت حافظہ کے لئے ایک اکسیر نسخہ دے رہے ہیں۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی — فارشدنی الی ترک المعاصی

واخبرنی بان العلم نور — و نور اللہ لا یہدی لعاصی

لیث بن سعد کے مزار پر حاضری

استاد محترم کی معیت میں امام وکیع کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد لیث بن سعد کے مزار پر جانے کی خواہش تھی۔ حضرت لیث بن سعد کا مزار بھی دور نہیں بلکہ امام شافعی کے اسی محلے میں واقع ہے۔ حضرت لیث بن سعد کو بھی بعض حضرات نے ابدال میں شمار کیا ہے بلند درجہ کے مجتہدین میں سے ہیں۔ فقاہت اور اجتہاد میں دوسرے ائمہ سے کم نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دوسرے ائمہ کی طرح آپ کو شہرت نہیں ملی حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ:-

"لیث بن سعد امام مالک سے بھی بڑے فقیہہ ہیں البتہ ان کے شاگردوں نے ان کا اہتمام نہیں کیا۔" اگر ان کو بھی امام محمدؒ اور قاضی ابو یوسفؒ جیسے شاگرد مل جاتے تو ان کا مذہب بھی آج کسی نہ کسی خطے میں ضرور باقی رہتا۔ ابھی تو صرف کتابوں کے صفحات تک محدود ہے۔ آپ وقت کے بلند پایہ مجتہد اور عارف باللہ عالم تھے علم و فضل کے علاوہ مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی سالانہ آمدنی بیس سے پچیس ہزار دینار تک تھی لیکن سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ عوام و خواص کے لئے مرجع تھے۔ امراء اور سلاطین بھی آکر ملکی امور میں مشورہ لیتے۔ آپ کی وفات ۱۵ شعبان ۱۷۵ھ کو ہوئی جنازہ میں اس قدر ازدحام رہا کہ کسی دوسرے کی جنازہ میں نہیں دیکھا گیا۔

لیث بن سعد کی قبر کے سامنے آپ کے بیٹے شعیب بن لیث کی قبر ہے چھوٹی سی مسجد ساتھ بنائی گئی ہے ہم دونوں قبور پر فاتحہ کے بعد ہم مسجد میں گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر واپس ہوگئے۔